جناب اختر راہی ایم اے

برّصغیر پاک و ہند میں　　قسطِ اوّل

مشنری سرگرمیاں اور مسلمان علماء

کلیسائی روایات کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کے بارہ حواریوں میں سے ایک حضرت توما نے ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ حضرت توما ماہی گیر تھے اور اپنے ساتھیوں پطرس، یوحنا اور اندریاس کے ساتھ گلیل کی جھیل میں جال ڈالے مچھلیاں پکڑ رہے تھے کہ حضرت عیسیٰ نے انہیں اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ چنانچہ حضرت توما اپنے ساتھیوں سمیت جال چھوڑ کر حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ہو لئے اور یہ ساتھ اس قدر بڑھ گیا کہ حضرت توما کا شمار بارہ چیدہ حواریوں میں ہونے لگا۔[1] توما کا لغوی مطلب بھی "توام" ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے بارہ حواریوں میں سے تین کا نام یہوداہ تھا۔

- ایک یہوداہ بن یعقوب
- دوسرا یہوداہ اسکریوطی
- اور تیسرا یہوداہ توما تھا۔

حضرت عیسیٰ اپنے ساتھیوں کو اکثر ان کی بعض خصوصیات کے پیشِ نظر مخصوص ناموں سے پکارا کرتے تھے:۔

---

[1] یوحنا، ۱۱: ۱۶

★ شمعون کو پطرس (پتھر) [1]

★ لیوی کو متی (خدا کا عطیہ) [2]

★ اور نتن ایل کو برتلمائی (اخوت کا بیٹا) [3]

کہا کرتے تھے۔ تین یہوداہ نامی ساتھیوں میں تمیز کے لیے یہوداہ بن یعقوب کو تدی اور دوسرے یہوداہ کو توما کا نام دے دیا۔

مسیحی اساطیر کے مطابق حضرت عیسےٰ کے صعود کے بعد ان کے حواری یروشلم کے ایک بالاخانے میں رہتے تھے۔ دس روز کے بعد جب عید پنتیکوست کا دن تھا۔ وہ سب ایک جگہ جمع ہوئے اور سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں بولنے لگے۔ جس طرح روح نے انہیں بولنے کی طاقت بخشی تھی۔ چنانچہ جملہ حواری تبلیغِ عیسائیت کے لیے دنیا میں پھیل گئے۔ بائبل سے اس امر پر کوئی روشنی نہیں پڑتی کہ حضرت توما دنیا کے کس حصہ میں بغرض تبلیغ گئے۔ توما سے ایک انجیل بھی منسوب ہے جسے کلیسا نے جعلی قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔

تاریخ اور جدید اثری تحقیقات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ سے قبل یونان اور ہندوستان کے درمیان تجارتی اور ثقافتی تعلقات موجود تھے۔ ٹیکسلا کی کھدائی کے دوران ایسے سکے پائے گئے ہیں جن کے بارے میں ماہرین کا خیال ہے کہ یہ سکے مسیح سے پانچ سو سال پہلے کے ہیں جو یورپ سے ہندوستان میں لائے گئے تھے۔

۳۲۶ ق۔م میں سکندر اعظم نے دنیا کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا اور سندھ کو عبور کرتا ہوا جہلم کے کنارے آپہنچا۔ جہاں راجہ پورس سے مقابلہ کیا۔ پورس کو شکست دی تاہم مزید فتوحات کا سلسلہ رک گیا۔ سکندر واپس وطن روانہ ہو گیا لیکن راستے ہی میں سکندر کا انتقال ہو گیا اور اس کی عظیم سلطنت ۳۲۲ ق۔م میں چار حصوں میں بٹ گئی

---

[1] متی ۱۶: ۱۸

[2] مرقس ۲: ۱۴ ، متی ۹: ۹

[3] یوحنا ۱: ۴۵ ، متی ۱۰: ۳

مصر کا ملک بطلیموس (ptolomy) کے ہاتھ آیا۔

ایشیا کا شمالی حصہ شاہ شام سیلوکس کو ملا۔

سیلوکس نے اپنا یونانی سفیر میگاستھنز (Magasthenes) ہندوستان بھیجا تھا۔

اس کے بعد مصر، ایران اور ہندوستان کے درمیان تجارتی رشتے پائیدار ہو گئے اور آمد و رفت کا سلسلہ قوی ہو گیا۔

جدید تحقیقات کی روشنی میں کہا جاتا ہے کہ ۲۰ئہ میں ایشیا کے شمالی حصے کی حکومت پر شاہ گونڈوفورس کا قبضہ تھا۔ اس کی سلطنت مشرقی افغانستان، شمال مغربی پاکستان اور پنجاب پر محیط تھی۔ یہ بادشاہ ۵۰ئہ میں راہیٔ ملکِ عدم ہوا۔ شاہ گونڈوفورس زرتشتی مذہب کا پیروکار تھا۔ مسیحی روایات کے مطابق حضرت توما اسی بادشاہ کے دور میں اس کی راجدھانی ٹیکسلا میں آیا تھا۔[1]

اس دور میں ٹیکسلا میں زردشت کے افکار و نظریات کا چرچا تھا۔ زردشت ساتویں صدی قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا۔ ٹیکسلا میں ہندومت اور جین مت کے پیروکار بھی تھے۔ یونانی بھی بکثرت آباد تھے۔ یونانی دیومالا، یونانی علوم و فنون اور رسم و رواج عام تھے۔ بدھ مت کے پیروکار بدھ کی مورتیوں کی پوجا کرتے تھے۔ مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ بادشاہ گونڈوفورس کا دربار مختلف مذاہب اور تہذیبوں کا آئینہ دار تھا۔ سرکاری زبان یونانی تھی۔

حضرت توما نے تبلیغ جاری رکھی۔ ان کی کوششیں ثمرآور ثابت ہوئیں اور ٹیکسلا میں مسیحی کلیسا قائم ہو گیا۔ یہ کلیسا کیا ہوا۔ پادری برکت اللہ لکھتا ہے:۔

> کشان لوگ جو چین سے مغرب کی جانب دریائے اوکسس کی طرف آکر بختریا میں آبسے تھے۔ اب زور پکڑ گئے۔ ۵۰ئہ میں وہ ہندوکش پہاڑ پر چڑھ آئے اور وادیٔ کابل پر قبضہ کر کے قندھار کے صوبہ پر فتح یاب ہوئے۔ بعد ازاں انہوں نے اپنی فوج کو جمع کر کے پنجاب پر دھاوا بول دیا۔ اور ٹیکسلا کو تہ و بالا کر دیا۔ خاندانِ کشان

---

[1] A guide to Taxila p. ۔ سر جان مارشل۔

کے تیسرے بادشاہ کنشک نے اس کو ایسا ملیامیٹ کر دیا اور سکدی پارتھی سلطنت کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ اس کے بادشاہوں کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ کنشک نہایت ظالم ستم گار اور خونخوار بادشاہ تھا۔ یہاں تک کہ اس کے اپنے قائدینِ سلطنت اس کے ہاتھوں تنگ آ گئے تھے۔ ایسے ستم شعار بادشاہ سے یہ امید نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ مسیحی کلیسا جیسی متعصب جماعت کو زندہ چھوڑتا جو علی الاعلان کہتی تھی کہ اس کے سوائے تمام مذاہب باطل ہیں"[1]

پادری برکت اللہ کے خیال میں مسیحی جان بچانے کے لیے ہندوستان کے دوسرے شہروں اور صوبہ کابل و قندہار کی طرف بھاگ گئے اور اس طرح مختلف شہروں میں کلیسائیں قائم ہو گئیں۔ مرکز سے دور ہونے کی وجہ سے یہ کلیسائیں آہستہ آہستہ دم توڑ گئیں۔ حتیٰ کہ صدیوں بعد ہندوستان میں تبلیغِ عیسائیت کی خاطر یورپ سے پادریوں کو آنا پڑا۔

توما ٹیکسلا میں قیام کے بعد جنوبی ہند کی طرف چلا گیا۔ ۵۲ء میں وہ مالابار چلا گیا اور وہیں ۷۲ء میں فوت ہوا۔

مندرجہ بالا بیانات مسیحی اساطیر کی روشنی میں مرتب کئے گئے ہیں تاہم امریکی پادریوں کا ایک گروہ حضرت عیسیٰ کے حواریوں کے ان سفروں کا قطعی انکار کرتا ہے۔

پرتگیزوں کی آمد

۲۰ رمئی ۱۴۹۸ء کو واسکوڈی گاما کی سرکردگی میں چار چھوٹے جہاز کچھ پرتگیزوں کو لے کر کالی کٹ کے سامنے نمودار ہوئے[2] واسکوڈی گاما نے عرب ماہر بحریات احمد بن ماجد نجدی کی رہنمائی حاصل کی تھی۔ ۲۰ رمئی کا یہ دن برصغیر کی تاریخ میں ماتمی دن کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے بعد مسلمانوں اور ہندوستانی اقوام کی آزادی کی شمعیں ایک ایک کر کے گل ہو گئیں۔

---

[1] مقدس توما رسول ہند ص۶۶ پادری برکت اللہ۔

[2] انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا ج ۲۱ ص ۹۹۵

جنوبی ہند کے ساحلوں پر جو پرتگیز آباد ہو گئے۔ مقامی راجاؤں اور عوام نے ان کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا۔ اس قدر رواداری برتی کہ وہ لوگ اپنے مذہب کے مطابق رسم و رواج ادا کر سکتے تھے۔ ان کے فوجداری اور دیوانی مقدمات کے فیصلے ان کے مذہبی راہنما ہی کرتے تھے۔

پرتگیزوں (پرتگال کے باشندے) کا طرزِ عمل اس کے بالکل برعکس تھا۔ وہ جس علاقے پر قبضہ کرتے تھے۔ اس کے حاکم اور حاکم کے اہل و عیال کو قید کر کے لزبن (پرتگال کے دارالسلطنت) بھیج دیتے تھے اور ہر ممکن طریقے سے عیسائی بنانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ چنانچہ علاقہ پرچول کے حاکم اور اس کی بیٹی کو جبراً بپتسمہ دے کر گوا کے وائسرائے واسکوڈی گاما نے لزبن بھیج دیا تھا[1]

حضرت عیسٰی کے وہ مبلغ جنہیں یہ تعلیم دی گئی تھی کہ:

"اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا پیش کر دو۔ اور جو تمہاری چادر کی طرف ہاتھ بڑھائے اسے کرتہ بھی اتار کر دے دو"

مذہبی جنون سے بھرے وحشی درندے بنے ہوئے تھے۔ مقامی آبادی کے مذاہب میں مداخلت ان کے لیے کوئی اخلاقی برائی نہ تھی۔ بلکہ سرعام بانیانِ مذاہب کی توہین کرنے، مسلمانوں کی مساجد مسمار کرنے اور مذہب کے ساتھ والہانہ پن دکھانے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔

مختصر یہ کہ پرتگیزوں کا طرزِ عمل بے دریغ قتل و غارت، محسن کشی، عام انسانی حقوق سے بے اعتنائی اور جبری تبدیلیٔ مذہب تھا۔

پرتگیز پادری اور اکبر

پرتگیزوں نے اکبر کی لاابالی طبیعت کے بارے میں سن رکھا تھا اور اس کے نت نئے بدلتے ہوئے رنگ دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ پرتگیز مشنری گوا سے یہ امید لے کر اکبر کے دربار میں آئے کہ

---

[1] تاریخ ہند ذکاء اللہ

اکبر اسلامی تعلیمات کو تو پہلے ہی بگاڑ چکا ہے ۔ اور بپتسمہ لینے کے لیے تیار ہے ۔ اکبر کے دربار میں عیسائی اثر پیدا ہو گیا تھا ۔ اس کی بیوی مریم زمانی بیگم عیسائیت کی پیروکار تھی ۔

۱۵۸۱ء میں اکبر نے حکیم مرزا کے ساتھ کابل کا سفر کیا تو پرتگیز مشنری ہم رکاب تھے ۔ مشنریوں کی بھرپور کوشش رہی کہ اکبر کو اپنی تبلیغ سے رام کر لیں ۔ لیکن اکبر نے عیسائیت پر کئی اعتراضات کیے ۔ ابوالفضل .... نے انجیل اور تورات پر کئی اعتراضات کیے اور جب ایک پرتگیز پادری نے کہا کہ انجیل میں غذائے روحانی ہے تو ابوالفضل نے جواب دیا کہ وہ تو قرآن مجید میں بھی ہے ۔ [1]

بادشاہ کے ارد گرد جو لوگ حلقہ ڈالے ہوئے تھے ۔ ان کی کوششوں سے اکبر عیسائیت قبول نہ کر سکا بلکہ عیسائیت پر پادریوں کے سامنے ٹیڑھے اعتراضات کرنے لگا ۔ جب پادری بادشاہ سے مایوس ہو گئے تو واپسی کی اجازت لے کر چلے گئے ۔ ایک پادری ۱۵۸۲ء اور دوسرا ۱۵۸۳ء میں روانہ ہوا تھا ۔

پرتگیز پادریوں کا دوسرا وفد ۱۵۹۲ء میں اکبر کے دربار میں آیا لیکن صورت حالات پہلے سے زیادہ بدتر پائی اور واپسی کی راہ لی ۔ (جاری ہے)

---

[1] رودِ کوثر ص ۱۱۵-۱۱۶